www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

جون 2023ء / ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ • جلد نمبر 15، شمارہ نمبر 6 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- آئین و قانون شکنی؛ یہودیوں کی عادت
- ذی الحجہ کے پہلے دس دن کی فضیلت
- حضرت جابر بن عبداللہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہٗ
- ہیجانی جذبات کے بجائے شعوری جدوجہد کی ضرورت
- مختلف اوقات اور حالات کی دعائیں
- علامہ ابنِ خلدونؒ کا نظریۂ نبوت
- ایران پاکستان معاشی تعلقات
- چینی صدر کا دورۂ رُوس (2)
- جھوٹی خبر اور افواہ کی بنیاد پر اقدام تباہ کن ہے
- سیاسی قوت ''اَحرار'' کو مسجد شہید گنج کی سازش سے کمزور کیا گیا
- گزشتہ سو سال سے ہماری سیاست کا انداز نہیں بدلا
- تبدیلی کا حقیقی مفہوم اور اُس کی حکمتِ عملی
- حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ
- احکام و مسائل قربانی و عیدالاضحیٰ

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ — مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

'شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت (کی اصطلاحات) کے متعلق سوال پیش ہوا تو حضرت اقدس رائے پوری ثانیؒ نے فرمایا کہ:

''شریعت'' (دین کا عملی نظام ہے، اس) پر باقاعدہ (اہتمام سے) اور جی (قلبی اخلاص) سے چلنے (کا نام ''طریقت'' ہے) اور اس طرح خدا تعالیٰ (کی صفات سے ربط) اور نفس کی (''حقیقت'') جتنی مقدر (ممکن) ہو (حاصل کرنا، جب کہ) ''معرفت'' نصیب ہونے کا مطلب یہ تینوں باتیں ہیں۔

(رائے پور، سہارن پور کی سربرآوردہ شخصیت راؤ) عطاء الرحمٰن خاں نے (ایک موقع پر حضرت اقدسؒ کی مجلس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت) آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے اسما (ناموں) کا قصہ چھیڑا (دریافت کیا) تو حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ:

''(اَسما) سکھانے سے مراد (انسان کی فطرت میں اشیا کی پہچان اور ان سے کام لینے کی استعداد) ودیعت کرنا ہے۔ فرشتوں کو وہ (علوم) ودیعت نہ کیے گئے (تھے)۔ انسان میں اس کا مادہ (استعداد) رکھا تھا۔ فرشتوں میں نہیں (رکھا)، اور یہ سب خدا کی مشیت، مصلحت اور حکمت کے مطابق ہوا''۔

(۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ/9ر جولائی 1949ء، بروز: ہفتہ۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:394، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

اِدارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) رجسٹرڈ لاہور

www.rahimia.org

آئین و قانون شکنی؛ یہودیوں کی عادت

سورت البقرہ کی گزشتہ آیات (87 تا 90) میں بنی اسرائیل کی اس خرابی کا تذکرہ تھا کہ وہ اپنی خواہشات کے برخلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی جامع دینی تعلیمات کا بڑے تکبر سے انکار کرتے رہے ہیں۔ اور دین میں تفریق اور تقسیم پیدا کر کے اپنی خواہشات کے پیروکار بنے ہوئے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ جامع احکاماتِ دین سے بغاوت کے سبب اُس کے غضب در غضب میں مبتلا ہوئے ہیں اور اس قانون شکنی کے سبب سیاسی اور معاشی ذلت کے عذاب کے مستحق قرار پائے ہیں۔

اب آیات 91-92 میں یہ حقیقت واضح کی جا رہی ہے کہ یہودیوں کی طرف سے تورات و انجیل کی تعلیمات پر ایمان کا دعویٰ بھی قطعاً جھوٹا ہے۔ اگر یہ واقعی اُن کتبِ مقدسہ پر ایمان رکھتے تو اوّل اُن کی تصدیق شدہ کتاب قرآن حکیم پر ایمان لاتے، اور دوسرے یہ کہ انھوں نے تورات پر ایمان کے دعوے کے باوجود نہ صرف انبیائے بنی اسرائیل کو قتل کیا، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیے ہوئے عہد و میثاق کی بھی خلاف ورزی کی۔ اس طرح اُن کا تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی سراسر جھوٹ ہے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اٰمِنُوۡا بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا وَ یَکۡفُرُوۡنَ بِمَا وَرَآءَہٗ ٭ وَ ہُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَہُمۡ ؕ (اور جب کہا جاتا ہے اُن سے: مانو اُس کو جو اللہ نے بھیجا ہے، تو کہتے ہیں: ہم مانتے ہیں جو اُترا ہے ہم پر، اور نہیں مانتے اُس کو جو سوا اُس کے ہے، حال آں کہ وہ کتاب سچی ہے، تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو اُن کے پاس ہے): بنی اسرائیل سے جب قرآن حکیم پر ایمان لانے کا کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پر جو کتاب (تورات) نازل کی گئی تھی، ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کتاب کے علاوہ کسی اَور کتاب کو نہیں مانیں گے۔ حال آں کہ قرآن حکیم ایسی حق کتاب ہے، جو تورات کی تصدیق کرتی ہے۔ اس طرح یہود تورات پر دعوائے ایمان کا اظہار کر کے قرآنی تعلیمات سے جان چھڑاتے ہیں۔ اس پر ان کے تورات پر دعوائے ایمان کے حوالے سے یہ اہم سوال اُٹھایا گیا کہ:

قُلۡ فَلِمَ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡۢبِیَآءَ اللّٰہِ مِنۡ قَبۡلُ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (کہہ دو: پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے؟ اگر تم ایمان رکھتے تھے): یعنی اگر تم واقعی تورات پر ایمان لانے والے تھے تو تورات کی تعلیمات کو پھیلانے والے انبیا علیہم السلام مثلاً حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام وغیرہ کو کیوں قتل کرتے رہے؟ انبیا علیہم السلام کو قتل کرنا دعوائے ایمان کے قطعی منافی ہے۔

قرآن حکیم نے اُن پر مزید حجت قائم کرتے ہوئے کہا کہ انھوں نے نہ صرف انبیاؑ کو قتل کیا، بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی تورات کی تعلیمات اور عہد و میثاق میں سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا۔ اصل میں یہ وہ لوگ ہیں، جو موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر بھی بہت کمزور ایمان رکھتے تھے۔ ہوتے ہوتے اُن کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ سِرے سے ہی ایمان والے نہیں رہے۔ اس حوالے سے اگلی آیات میں ہے کہ:

وَ لَقَدۡ جَآءَکُمۡ مُّوۡسٰی بِالۡبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذۡتُمُ الۡعِجۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ وَ اَنۡتُمۡ ظٰلِمُوۡنَ (اور آچکا تمھارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر، پھر بنا لیا تم نے بچھڑا اُس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو): یعنی وہ واقعہ یاد کرو کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح دلائل لے کر تمھارے پاس آئے تھے تو تم نے اپنے پر ظلم کرتے ہوئے اُن کے طور پہاڑ پر جانے کے بعد بچھڑا بنا لیا تھا، اس وقت تمھارا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا کہاں چلا گیا تھا؟

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰکُمۡ بِقُوَّۃٍ وَّ اسۡمَعُوۡا ؕ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا ٭ وَ اُشۡرِبُوۡا فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الۡعِجۡلَ بِکُفۡرِہِمۡ ؕ (اور جب ہم نے لیا قرار تمھارا اور بلند کیا تمھارے اوپر کوہِ طور کو، پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو، بولے: سنا ہم نے اور نہ مانا، اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی' بہ سبب ان کے کفر کے): تورات پر ایمان کے منافی دوسرا واقعہ بیان کرتے ہوئے قرآن نے اُن پر حجت تمام کی کہ جب ہم نے تم سے تورات کی جامع تعلیمات پر عمل کرنے کا عہد و میثاق لیا تھا، تو تم نے اس کے ماننے کے باوجود اس عہد کی نافرمانی کی تھی۔ کفر کے سبب سے تمھارے دلوں میں بچھڑے کی محبت گھسی ہوئی تھی۔ اب بتلاؤ اس واقعے کا تورات پر ایمان سے کیا تعلق ہے؟

قُلۡ بِئۡسَمَا یَاۡمُرُکُمۡ بِہٖۤ اِیۡمَانُکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (کہہ دے کہ بُری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمھارا، اگر تم ایمان والے ہو): نبی اکرمؐ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم تورات پر ایمان کے دعوے دار ہو تو تمھارا یہ دعوائے ایمان بہت ہی بُرا ہے، اس لیے کہ تمھارا عمل اس کی تعلیمات کے بالکل برعکس ہے۔ تم انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے رہے ہو۔ بچھڑا بنا کر اُسے پوجتے رہے ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدا پرستی اور انسان دوستی کے معاہدات کر کے اُن کی صریحاً خلاف ورزی کرتے رہے ہو۔ اگر یہی تمھارا ایمان ہے تو یہ بہت ہی بُرا ایمان ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ تم اپنی خواہشات کی گرداب میں مبتلا ہو کر اللہ کی نازل کردہ تمام ہی کتابوں کے منکر ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی قوم کا اجتماعی اور سیاسی مزاج بگڑ جاتا ہے تو وہ قانون، آئین اور شریعت کی پابندی نہیں کرتی۔ بہ ظاہر اُس پر ایمان رکھنے اور اُسے تسلیم کرنے کے دعوے کرتی ہے، لیکن خواہشات کے اسیر اہلِ علم و دانش اور حکمران طبقے اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کی وجہ سے نہ تو قانون کا احترام کرتے ہیں، اور نہ شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ عدل و انصاف اور حق بات کی طرف اُنھیں توجہ دلائی جائے تو اُسے اپنے مفادات کے خلاف جانتے ہوئے رد کر دیتے ہیں۔ اور اپنے تسلیم شدہ قانون اور شریعت کی بھی کھلم کھلا من مانی تشریح، تحریف اور تاویل کر کے اُسے پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں۔ قانون شکن قومیں غضبِ الٰہی سے دوچار ہو کر دنیا میں سیاسی ذلت اور معاشی بدحالی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

www.rahimia.org

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

ذی الحجہ کے پہلے دس دن کی فضیلت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ، قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: ’’مَا مِنْ أَيَّامٍ، الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ‘‘. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ’’وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ و مَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ‘‘.

(السُّنَن للتّرمذی، حدیث:757)

(حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن دنوں میں نیک عمل کیے گئے ہوں، ان میں سے کوئی دن اللہ تعالیٰ کو اتنا پسندیدہ نہیں ہے، جتنے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اللہ کو محبوب ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی اتنے پسندیدہ نہیں ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی ان دِنوں کے برابر نہیں ہیں، ہاں! البتہ اگر کوئی جہاد کرنے والا اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلا اور انھیں واپس لے کر نہ لوٹا (یعنی جان قربان کردی اور شہید ہوگیا اور دین کے غلبے کے لیے مال خرچ کردیا‘‘۔)

انسانی قلب کے تزکیے کے لیے بعض دِنوں کو دینِ اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان دِنوں میں کیے گئے اعمال عام دِنوں کی نسبت زیادہ اَجر و ثواب والے اور نتائج آور ہوتے ہیں۔ ان ایام میں سے ذی الحجہ کے پہلے دس دِنوں کی نبی اکرم ﷺ نے فضیلت بیان کی ہے۔ ان ایام کی فضیلت کے کئی اسباب ہیں۔ یہ عشرہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے اعمال و افعال کی یادگار ہے، جنھوں نے تحریکِ حنیفیت کے عادلانہ اصول متعین کیے اور ان کے غلبے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ یہ ایام شعائر اللہ کی تعظیم اور حج کے اعمال کی یادگار ہیں۔ حاجی مقاماتِ مقدسہ میں اپنے ظاہر و باطن سے دلی وارفتگی اور قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اس عشرے میں مسلمان قربانی کا جانور ذبح کر کے اس عزم کا اِظہار کرتے ہیں کہ غلبۂ دین کے لیے اگر ہمیں اپنی جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم ہر طرح کی قربانی کے لیے حاضر ہیں۔ انھی ایام میں مسلمان پوری دنیا میں عید الاضحیٰ اور حجاجِ کرام عرفات اور مزدلفہ میں اجتماع کرتے ہیں، جس سے اسلام کی شان و شوکت اور طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان دِنوں کے اعمال کو جہاد کے عمل سے بھی زیادہ فضیلت والا اس لیے قرار دیا کہ جہاد کا مقصد غلبۂ دین ہے، جو اِن دس دِنوں میں دین کے بانیوں کی اتباع میں کیے گئے اعمال سے حاصل ہوتا ہے، اس لیے جہاد کے مقابلے پر ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی عبادت کو زیادہ اہم قرار دیا گیا ہے۔ بنابریں ان دس ایام میں پوری توجہ اور یکسوئی کے ساتھ معمول کی عبادات اور دیگر اعمالِ صالحہ کرنے چاہئیں، تاکہ وہ مقاصد حاصل ہوں جو ان دس دِنوں سے اللہ تعالیٰ کو مؤمن کے لیے مطلوب ہیں۔

مولانا قاضی محمد یوسف ، حسن ابدال

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہٗ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہٗ ہجرتِ مدینہ سے 20 سال قبل پیدا ہوئے۔ آپؓ کے دادا عمرو بن حرام انصاری اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے وقت آپؓ اپنے والد حضرت عبداللہ انصاریؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ اس موقع پر آپؓ کے والد بنو حرام کے نقیب مقرر ہوئے۔ اس وقت آپؓ کی عمر 18 یا 19 سال تھی۔

آپؓ کے والدؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے اور اُن کا مثلہ کیا گیا۔ اس پر حضور اقدس ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: ’’جابر! تیرے والد سے اللہ تعالیٰ نے بالمشافہ کلام کیا، جب کہ باقیوں سے پردے کے پیچھے سے کلام کرتا ہے‘‘۔ آپؓ کا گھر مسجدِ نبویؐ سے ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ آپؓ تمام نمازیں مسجدِ نبویؐ میں ادا کرتے تھے۔ آپؓ اپنے والد کی غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شرکت کی وجہ سے خود ان غزوات میں شریک نہ ہو سکے تھے، لیکن اس کے بعد 19 کے قریب تمام بڑے غزوات میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ آپؓ نے بڑی عمر کی بیوہ سے شادی کی، تاکہ آپؓ کی 9 چھوٹی بہنوں کی تربیت و اُمورِ خانہ داری قائم رہ سکیں۔

حضرت جابرؓ نے غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کی دعوت کی۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے اعلان کرا دیا کہ جابر کے ہاں تمام اہلِ خندق کی دعوت ہے۔ چناں چہ اس موقع پر آپؐ کی برکت سے چند افراد کا کھانا 1400 صحابہ کرامؓ نے کھایا۔ ایک موقع پر آپؐ نے 25 بار حضرت جابرؓ کے لیے استغفار کی دعا پڑھی۔ آپؐ کو اگر قرض کی ضرورت پڑتی تو آپؐ حضرت جابرؓ سے قرض بھی لے لیتے تھے۔

حضرت جابرؓ سے سینکڑوں احادیث مروی ہیں، جن میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’میری اُمت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی، یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں‘‘۔ (صحیح مسلم) حضرت جابرؓ نے حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے حدیث مبارک سیکھنے کے لیے شام اور حضرت مسلمہ بن مخلدؓ سے سننے کے لیے مصر کا طویل سفر کیا۔ حضرت جابرؓ نے طویل عمر پائی اور علومِ نبوت کا شوق تعلیم و تعلّم اور عملی میدانوں میں مسلسل جدوجہد کی صحبتِ نبویؐ کی فیض یابی کے ساتھ اجلہ صحابہ کرامؓ سے کسبِ فیض کیا اور مسجدِ نبویؐ میں اپنے حلقۂ درس سے ہزاروں طالبینِ علوم کو سیراب کیا۔ آپؓ تفسیر، حدیث اور فقہِ دین میں کمال درجے کی مہارت رکھتے تھے۔ آپؓ نے خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں بھی مختلف سماجی ذمہ داریوں پر فائز رہ کر بھرپور کردار ادا کیا۔ تابعینؒ کے ہر طبقے نے آپؓ سے کسبِ فیض کیا ہے۔

۷۴ ہجری کے آخر میں آپؓ نے مدینہ طیبہ میں 94 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ کے صاحبزادے نے پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

ہیجانی جذبات کے بجائے شعوری جدوجہد کی ضرورت

یہ بات ان صفحات پر پورے تسلسل کے ساتھ کہی جاتی رہی ہے کہ ہمارے موجودہ سیاسی نظام — سمیت ریاستی نظام کے — تمام کَل پُرزے اس قابل نہیں رہے کہ یہ ہمارے مسائل حل کرسکیں، بلکہ ہمارے بیش تر مسائل کی پیدائش اور افزائش کی واحد وجہ یہی فرسودہ نوآبادیاتی نظام ہے (جس کو جدید نوآبادیاتی نظام بھی کہہ دیا جاتا ہے)۔ اس نظام کے کرتا دھرتا اداروں کے ساتھ ساتھ سرگرم سیاسی جماعتیں (جن کو جتھے کہنا زیادہ مناسب ہوگا) عوام میں اس نظام کے ناکارہ ہونے کا شعور دینے سے نہ صرف سوچی سمجھی پہلوتہی کر رہی ہیں، بلکہ اپنے مفادات کے لیے ایسی سرگرم ہیں کہ اب نظام کے اندر کی جنگ اس سطح پر آ گئی ہے کہ اب نظام کی تبدیلی یا اصلاحِ اَحوال کے بجائے ملک ہی ان کے ہوسِ اقتدار، طاقت کے مظاہرے اور طلبِ زر کے نشانے پر ہے۔

9رمئی کے واقعات اسی کا شاخسانہ ہیں۔ اس دوران جس طرح انسانی جانوں کا ضیاع ہوا اور اَملاک کے جلاؤ گھیراؤ اور تشدد کے واقعات کو بھڑکایا گیا اور مکمل سازگار ماحول میں کئی اہم سرکاری قومی اَملاک و علامات کو جس طرح نقصان پہنچایا گیا، وہ بہرصورت سخت تشویش ناک اور تمام حلقوں میں ان کے ناقابلِ قبول اور لائقِ مذمت ہونے میں دوسری رائے نہیں ہے۔ ان واقعات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں کہ ملک کے سیاسی جتھوں کو اپنے کارکنوں کی تربیت سے کوئی سروکار نہیں، چہ جائے کہ وہ اس کا کوئی معقول نظام بنائیں، بلکہ اس کے برعکس وہ تو انھیں جذبات کی ناؤ پر بٹھا کر حالات کے منجدھار کے سپرد کرتے ہوئے اس کے خوف ناک نتائج سے بھی لاپرواہ ہو جاتی ہیں۔

ایک غیر منظّم گروہ زیادہ سے زیادہ ایک ہجوم ہوتا ہے، جس میں ہر قماش کے آدمی کا اپنا اپنا ایجنڈا ہوتا ہے اور اس کی کوئی اَخلاقیات نہیں ہوتیں۔ ہجوم سے کوئی بھی سماج دشمن گروہ اپنا مفاد کشید کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے اور وہ ہجوم سے جلتی پر تیل کا کام لے کر رفو چکر ہو جاتا ہے اور ہجوم میں شامل استعمال ہونے والے افراد کو جب دھر لیا جاتا ہے تو وہ لاعلمی کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور کسی بھی قسم کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکاری ہوتے ہیں۔ آج کی جدید ٹیکنالوجی ہر شخص کے ہر عمل کا حساب رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جس کو اگر بلاتفریق بروئے کار لایا جائے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکتا ہے اور اگر اس سے فائدہ اُٹھانے والا نظام اپنے مفادات کے تحفظ کے نقطہ نظر سے اسے استعمال کرتا ہے تو مخصوص بلکہ منفی نتائج کا ہی حصول ہوتا ہے۔ پاکستان میں سرگرم سیاسی شخصیات بلا استثنا اپنے پاس ہجوم اور جتھے رکھتی ہیں، جنھیں حسبِ موقع جلاؤ گھیراؤ اور پریشر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہی بات آج نوجوان نسل کو سمجھنا ہوگی کہ کیا اسے مہمل قیادتوں کے پیچھے چل کر اپنے آپ کو ان ہجوموں (Crowds) اور جتھوں کا حصہ بننے کی اجازت دینی چاہیے؟ یقیناً ایسی اجازت نہیں دینی چاہیے! قوم کے نوجوانوں کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے اور انھیں نظام کے اندر و باہر کے عناصر کا ایندھن بننے اور اپنی توانائیوں کی رائیگانی کا سامان اپنے ہاتھوں سے کرنے کے بجائے اپنے اندر کے جوہرِ قیادت کو پانے اور منظّم کرنے کی ضرورت ہے۔

آج کے نوجوان کو اپنے ملک کی سیاسی تاریخ کا بہ نظرِ غائر مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس ملک کی تاریخ میں بارہا ایسے مواقع آئے، جب نظام کے محافظ سیاسی اور غیرسیاسی طاقت ور گروہوں نے معصوم نوجوانوں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھایا۔ ایسے مواقع پر طاقت و سیاست کے پنڈتوں کی طرف سے یہی باور کروایا جاتا ہے کہ منزل قریب آ چکی ہے، بس اب سب کچھ جھونک دیا جائے اور جان کی بازی لگا دی جائے کہ آگے کامیابی ان کے استقبال کے لیے تیار کھڑی ہے، حال آں کہ وہ یہ سب کچھ اپنے اقتدار کے حریفوں کو دباؤ میں لانے کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اس حصولِ اقتدار کی وقتی جنگ میں وہ نوجوانوں کا جذباتی استحصال کر کے انھیں بہ طورِ ایندھن استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔

ہمارے ملک کا نظامِ طاقت و سیاست' شہریوں کی ایسی تربیت کی صلاحیت کا قاتل ہے کہ جس کے نتیجے میں وہ سماجی جدوجہد کے لیے کسی ضابطے کی پابندی کا مظاہرہ کرسکیں اور اجتماعی مقاصد کی حکمت سے بہرہ مند ہو کر انسانی احساسات اور قومی غیرت کے ساتھ ملک اور قوم کی خدمت کے جذبے سے معمور ہوں۔ ہمارے ہاں کی سیاسی قوتیں خواہ ایوانوں اور اداروں میں ہوں یا سڑکوں پر، یا تو سرے سے قوم کو درپیش حقیقی مسائل کے شعور سے محروم ہونے کی وجہ سے اس پر بات ہی نہیں کرتیں، یا پھر اپنے سفلی ایجنڈے کے لیے قومی ایشوز پر نوجوانوں کو اس طرح مشتعل کرتی ہیں کہ اس سے وہ مسائل کے حقیقی حل کے بجائے اَنارکی اور جلاؤ گھیراؤ کی نفسیات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

انحطاط کی طرف گامزن زوال پذیر معاشرے میں درست سمت اور اس کے متعلقہ تقاضوں کی شعوری آگہی کے بغیر مسائل کے گرداب سے نکلنے اور آگے بڑھنے کی راہ تلاش نہیں کی جاسکتی اور اس کے بعد نوجوانوں کی اس پر شعوری و عملی تربیت کے نظام کا بروئے کار آنا ضروری ہے۔ ان بنیادی عناصر کو نظرانداز کر کے محض مسائل کی گردان پڑھتے رہنا اور نظام کی حقیقی تبدیلی کے تقاضوں کو سمجھے اور سمجھائے بغیر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی مثالیں دے کر ایک خیالی جنت نظیر معاشرے کے خواب دکھانے کو کسی بھی سیاسی قیادت کی بے شعوری یا حالات کے درست ادراک سے لاعلمی پر ہی محمول کیا جاسکتا ہے۔ جس سے کوئی مثبت نتیجہ ظاہر ہونے کے بجائے طاقت ور عناصر کے پیدا کردہ مسائل و مصائب کے سبب معاشرے میں بے چینی اور اضطراب کا الاؤ دہکنے لگتا ہے، جو نوجوانوں کو انارکی کا راستہ اپنانے کی طرف راغب کرتا ہے اور نوجوانوں کی اسی مایوسی، محرومی اور نااُمیدی (frustration) کو سیڑھی بنا کر ایک طرف تخریبی قوتیں اپنے مذموم مقاصد کا جال بچھا دیتی ہیں اور دوسری طرف موجود استحصالی نظام کو آکسیجن مل جاتی ہے۔

(بقیہ: صفحہ 10 پر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

مختلف اوقات اور حالات کی دعائیں

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجّةُ اللّٰهِ البالغه" میں فرماتے ہیں:

(بیوی اور خادم کے لیے دعا)

"رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ جو آدمی کسی عورت سے شادی کرے، یا کوئی خادم رکھے، تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُکَ خَيْرَهَا، وَ خَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ، وَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ". (مشکوٰۃ:2446) (اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس میں موجود بھلائی کا، اور اُس فائدے کا، جو اس کی فطرت میں تُو نے رکھی ہے۔ اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور جو تُو نے اس کی فطرت میں شر رکھا ہے۔)

(شادی کے موقع پر برکت کی دعا)

کسی کو شادی کے موقع پر یہ دعا دی جائے:

"بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ، وَ بَارَکَ عَلَيْکُمَا، وَ جَمَعَ بَيْنَکُمَا فِیْ خَيْرٍ". (مشکوٰۃ:2445) (اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اسے برکت والا بنائے، اور تم دونوں کے لیے برکت ہو، اور بھلائی کے کاموں میں تمھیں جمع کرے۔)

(بیوی کے پاس آنے کی دعا)

جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ دعا پڑھے:

"بِاسْمِ اللّٰهِ! اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا". (متفق علیہ، مشکوٰۃ:2416) (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا اور ہماری پیدا ہونے والی اولاد کو بھی شیطان سے محفوظ رکھنا۔)

(بیت الخلا میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعا)

جس آدمی کا بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ ہو تو یہ دعا پڑھے:

"أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ". (مشکوٰۃ:357) (اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر طرح کی گندگی اور خبیث چیزوں سے۔) اور جب بیت الخلا سے نکلے تو "غُفْرَانَکَ" (تیری طرف سے ہی مغفرت ہے) پڑھے۔ (مشکوٰۃ:359)

(کرب اور تکلیف کے وقت کی دعا)

کرب اور تکلیف کے وقت یہ دعا پڑھے:

"لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ، وَ رَبُّ الْأَرْضِ، وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ". (مشکوٰۃ:2417)

(اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں، جو بہت بڑا بُردبار ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں، جو بڑے عرش کا ربّ ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں، جو آسمانوں کا ربّ ہے اور زمین کا ربّ ہے اور عزت والے عرش کا ربّ ہے۔)

(درجِ ذیل حالات میں یہ دعائیں پڑھے)

1۔ غصے کے وقت یہ پڑھے: "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ". (مشکوٰۃ:2418) (اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔)

2۔ مرغ کی بانگ دیتے وقت اللہ سے اُس کے فضل کا سوال کرے۔ (مشکوٰۃ:2619)

3۔ گدھے کی آواز کے وقت "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔ (ایضاً)

(سواری پر سوار ہونے کی دعا)

جب کسی سواری پر سوار ہو تو تین دفعہ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہے اور پھر یہ دعا پڑھے:

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ، وَ إِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" (پاک ہے وہ ذات، جس نے اس (سواری) کو ہمارے بس میں کر دیا، اور ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے، اور ہم کو اپنے ربّ کی طرف پھر جانا ہے)۔

پھر تین دفعہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے۔ پھر تین دفعہ "اَللّٰهُ أَكْبَرُ" کہے۔ پھر یہ دعا پڑھے: "سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ! ظَلَمْتُ نَفْسِیْ، فَاغْفِرْ لِیْ، إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ". (مشکوٰۃ:2434) (اے اللہ! تُو پاک ہے، میں نے ہی اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دے، کیوں کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا)۔

(سفر کی دعا)

جب سفر شروع کرے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَسْأَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى، وَ مِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ! هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَ اطْوِ لَنَا بُعْدَهٗ، اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْأَهْلِ، اَللّٰهُمَّ! إِنِّیْ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَ الْأَهْلِ". (مشکوٰۃ، حدیث:2420)

(اے اللہ! ہم اس سفر میں تجھ سے نیکی و تقویٰ اور ایسے عمل کا سوال کرتے ہیں، جسے تُو پسند فرمائے۔ اے اللہ! یہ سفر ہم پر آسان کر دے اور اس کی دوری (لمبی مسافت) کو ہمارے لیے لپیٹ کر قریب کر دے۔ اے اللہ! سفر میں تُو ہمارا ساتھی اور گھر والوں کا تُو ہی حفاظت کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی شدت و مشقت، تکلیف دہ واپسی اور اہل و عیال اور مال میں بُرے منظر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔)

(باب الأذكار و ما يتعلق بها)

www.rahimia.org

علامہ ابنِ خلدونؒ کا نظریۂ نبوت

انسانی تاریخ میں معاشروں کو تبدیل کرنے والا سب سے مؤثر عامل؛ جس نے اقوام و ممالک کی جغرافیائی اور نسلی عصبیتوں کو ختم کر کے نوعِ انسانی کے ایک ہی اعصابی نظام میں ڈھالا، وہ دین اور مذہب ہے۔ دین کا تعلق نبوت سے ہے، جس کی نمائندہ شخصیت نبی ہوتے ہیں۔ گویا نبوت کے بغیر نہ تو اَخلاقی اقدار کو پہچانا جا سکتا ہے اور نہ ہی اقتصادیات، سماجیات اور سیاسیات کی زلفِ گرہ گیر کو کھولا جا سکتا ہے۔ نبوی تعلیمات کے بغیر یہ سب اُمور کامل و احسن طریقے سے واضح نہیں ہو پائیں گے۔

نبوت والہام کے مسائل اس انداز کے ہیں کہ ان کا تعلق اللہ کی خاص بخشش وعنایت سے ہے۔ علامہ ابنِ خلدونؒ کہتے ہیں کہ نبوت کا تعلق انسانی فکر سے ہے، بلکہ انسانی فکر کی ترقی کی ایک کڑی ہے، بلکہ یوں کہیے کہ انسانیت کا اُفقِ اعلیٰ ہے۔ اس عالمِ عناصر میں ایک طرح کی ترتیب ہے اور ہر طبقہ دوسرے سے متصل ہے۔ نظر ڈالیں کہ اس میں کس قدر استواری ہے! ایک طبقہ دوسرے طبقے کے ساتھ مربوط ہے۔ اس ارتقا و تغیر و تبدل کو یوں سمجھیے کہ معدنیات کا ارتقا و آخری نقطۂ نباتات کے ابتدائی اُفق کے ساتھ متصل ہے، نباتات کا آخری اُفق حیوانات کی اوّلیں سرحدوں سے متصل ہے اور ہر نوع کا اُفقِ آخر اگلی نوع کے اُفقِ اوّل میں تحلیل ہونے کی پوری استعداد رکھتا ہے۔ ارتقا و تغیر کا یہ قانون تقاضا کرتا ہے کہ یہ سلسلہ یہیں نہ رُکے، بلکہ آگے بڑھے۔ اس لیے یہاں ایک اَور عالم ماننا پڑے گا، جس میں ادراکِ محض اور تعقل ہے اور یہ عالمِ ملائکہ ہے۔ اس کا ایک پہلو نفسِ انسانی سے ملا ہوا ہے اور ایک اس سے جدا ہے۔ پھر نفسِ بشری کبھی کبھی ایک ہی جست میں بشریت سے الگ ہو کر ملائکہ کی صف میں پہنچ جاتا ہے، لیکن یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ نفسِ بشری ایسا ہو کہ اس میں اتصال کی دونوں جہتیں پائی جائیں: ایک جہت کا تعلق جسم کے ساتھ ہو اور دوسری جہت کا تعلق اُفقِ ملائکہ سے ہو۔ یہ فرشتوں کے ساتھ اتصال اور بشریت کا غائب ہونا ہی وہ عنایتِ الٰہی ہے جسے نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابنِ خلدونؒ نے جب گرد و پیش میں ایسی اقوام کا مشاہدہ کیا جو لا مذہبیت کی زندگی گزار رہے ہیں، لیکن وہ ایک وسیع ملک اور خاص نظام رکھتے ہیں، جب کہ اس کے برعکس وہ اقوام جو اَدیانِ سماوی کے پیروی کرنے والی ہیں، وہ اقلیت میں ہیں، اس سے انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ممالک اور حکومتوں کی تاسیس میں نبوت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابنِ خلدونؒ نے اس رائے کے اختیار کرنے میں اکابر فلاسفہ اور اسلامی مؤرخین کی رائے کی مخالفت کی۔ ان کے اس مؤقف پر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے بھی تنقید کی ہے۔ ایک مصری ادیب و فلسفی محمد لطفی جمعہ لکھتے ہیں کہ ابنِ خلدونؒ نے بعد میں اپنی رائے تبدیل کر لی اور لکھا کہ نبوت اگرچہ عام ممالک کی تاسیس کے لیے ضروری نہیں، لیکن ترقی یافتہ اور باکمال حکومتوں کے لیے نبوت ناگزیر ہے۔ کیوں کہ وہ مملکت جس کی بنیاد نبوت پر ہو، دین و دنیا کے منافع کا مجموعہ ہوتی ہے۔ (تاریخ فلاسفۃ الاسلام، صفحہ 230)

ایران پاکستان معاشی تعلقات

دس سال پہلے IPI Gas Pipeline کے منصوبے کا ایران پاکستان بارڈر پر سنگِ بنیاد رکھا گیا، جس کے تحت 2777 کلومیٹر لمبی گیس پائپ لائن کے پاکستانی حصے پر کام شروع ہونا تھا اور اس کی تکمیل پر 40 ارب مکعب میٹر گیس کی سالانہ بنیادوں پر ترسیل ہونا تھی۔ اس ترسیل سے پاکستان نے بھی فائدہ اٹھانا تھا، جس کے مقامی گیس کے ذخائر تیزی سے ختم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ یہ ایک اچھی منصوبہ بندی تھی، جو بالآخر پاک بھارت تعلقات میں خرابی کے راستے میں ایک مؤثر دیوار بھی ثابت ہوسکتی تھی، لیکن ان دس سالوں میں سب کچھ ہوا، لیکن اس گیس پائپ لائن پر کام نہ ہوا۔ اس مدت کے دوران بلوچستان میں علاحدگی پسندی نے زور پکڑا اور BLA پہلے سے زیادہ مضبوط ہوتی چلی گئی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ حکومتی اداروں کے لیے سیکیورٹی فورسز کی رکھوالی کے بغیر بلوچستان کے بیش تر حصوں میں کام کرنا مشکل ہو گیا۔ دوسری طرف ایران سعودی عرب مخاصمت اور ایران پر امریکی پابندیوں نے مل کر اس منصوبے پر عمل درآمد کو کھٹائی میں ڈال دیا۔ اس دوران پاک بھارت تعلقات گراوٹ کا شکار رہے اور بالآخر 2019ء میں بالاکوٹ پر حملے اور کشمیر کی مخصوص حیثیت ختم کرنے کے بعد ان میں مکمل تعطل پیدا ہو چکا ہے۔

راقم الحروف 2016ء کے اکتوبر میں کراچی سے مکران کوسٹل ہائی وے پر گوادر اور ایران بارڈر تک سفر کر چکا ہے، جس کا ذکر دسمبر 2016ء کے کالم میں کیا جا چکا ہے۔ گوادر میں بارڈر کے قریب ہونے کی وجہ سے ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیا ایران سے آتی ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ پورے بلوچستان، سندھ کے بیش تر حصے اور جنوبی پنجاب تک ایرانی مصنوعات کی غیر قانونی تجارت کی جا رہی ہے۔ اس میں سب سے زیادہ ایرانی پیٹرول اور ڈیزل کا کاروبار عروج پر ہے۔ ایف بی آر کے مطابق سالانہ دو ارب ڈالر سے زائد قیمت کا ایندھن ایران سے سمگل کیا جاتا ہے۔ اس سب میں ایرانی ایندھن کے سستے ہونے کا فائدہ سمگلروں اور سرکاری اہل کاروں کو ہوتا ہے۔ جب بھی ایران پاکستان کے درمیان تجارت کی آواز اٹھائی جاتی ہے تو امریکی پابندیوں کا ڈھول پیٹا جاتا ہے، لیکن ترکی، عراق اور بھارت نے تو ان پابندیوں کے باوجود اپنی سفارتی کاوشوں کی بہ دولت ایران سے مخصوص تجارتی روابط برقرار رکھے ہیں اور امریکا کے اعتراضات کو ایک حد سے آگے نہیں بڑھنے دیا تو پاکستان جو ایران سے تجارت میں سب سے بڑا مفاد حاصل کرسکتا ہے، کچھ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن دوسری جانب اسی پاکستان کی مقتدرہ اس تجارت کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے اندرونی اور بیرونی پابندیوں کے باوجود رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ اب خبر آئی ہے کہ ایران اور پاکستان سرحدی علاقوں میں تجارت کو فروغ دینے کے لیے مارکیٹیں بنائیں گے۔ یہ بارہ سالہ پُرانا منصوبہ ہے، جو گیس پائپ لائن کی طرح بیانوں اور عزم و ارادے سے آگے نہیں بڑھ رہا۔ اس کی وجہ پاکستان میں ایرانی ایندھن کی غیر قانونی تجارت ہے، جس کے بل بوتے پر کئی مافیا کالا دھن کما رہے ہیں اور افغانستان ٹرانزٹ ٹریڈ اور افغان خام مال کی تجارت کی بہ دولت اسے سفید دھن میں تبدیل کر رہے ہیں۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

چینی صدر کا دورۂ رُوس 2

20، 21 اور 22/ مارچ کو چینی صدر شی جن پنگ کے دورۂ روس کے بارہ نکاتی ایجنڈے (نکات 8 تا 12) کی تفصیل درج ذیل ہے:

8۔ اسٹریٹجک خطرات کو کم کرنا: جوہری ہتھیاروں کا استعمال نہیں ہونا چاہیے اور جوہری جنگیں نہیں لڑنی چاہئیں۔ ایٹمی ہتھیاروں کی دھمکی یا استعمال کی مخالفت کی جانی چاہیے۔ ایٹمی پھیلاؤ کو روکنا ہوگا اور ایٹمی بحران سے گریز کرنا ہوگا۔ چین کسی بھی ملک کی طرف سے کسی بھی حالت میں کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کی تحقیق، ترقی اور استعمال کی مخالفت کرتا ہے۔

9۔ اَناج کی برآمدات کو آسان بنانا: تمام فریقین کو روس، ترکی، یوکرین اور اقوامِ متحدہ کے دستخط شدہ بحیرۂ اسود کے اناج کے اقدام کو مکمل طور پر اور مؤثر طریقے سے متوازن انداز میں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرنے میں اقوامِ متحدہ کی حمایت کرنی چاہیے۔ چین کی طرف سے تجویز کردہ عالمی غذائی تحفظ پر تعاون کا اقدام عالمی غذائی بحران کا ایک قابلِ عمل حل فراہم کرتا ہے۔

10۔ یک طرفہ پابندیوں کو روکنا: یک طرفہ پابندیاں اور زیادہ سے زیادہ دباؤ مسئلہ حل نہیں کرسکتا۔ وہ صرف نئے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ چین اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی طرف سے غیر مجاز یک طرفہ پابندیوں کی مخالفت کرتا ہے۔ متعلقہ ممالک کو دوسرے ممالک کے خلاف یک طرفہ پابندیوں اور ''طویل بازو کے دائرۂ اختیار'' کا غلط استعمال بند کرنا چاہیے، تاکہ یوکرین کے بحران کو کم کرنے میں اپنا حصہ ڈالا جاسکے اور ترقی پذیر ممالک کے لیے ایسے حالات پیدا کیے جاسکیں کہ وہ اپنی معیشتوں کو ترقی دے سکیں اور اپنے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر بنا سکیں۔

11۔ صنعتی اور سپلائی چَین کو مستحکم رکھنا: تمام فریقوں کو دل جمعی سے موجودہ عالمی اقتصادی نظام کو برقرار رکھنا چاہیے اور عالمی معیشت کو سیاسی مقاصد کے لیے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی مخالفت کرنی چاہیے۔ بحران کے پھیلاؤ کو کم کرنے اور اسے توانائی، مالیات، خوراک کی تجارت اور نقل و حمل میں بین الاقوامی تعاون میں خلل ڈالنے اور عالمی اقتصادی بحالی کو نقصان پہنچانے سے روکنے کے لیے مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے۔

12۔ تنازعات کے بعد کی تعمیرِ نو کو فروغ دینا: بین الاقوامی برادری کو تنازعات والے علاقوں میں تنازعات کے بعد تعمیرِ نو کی حمایت کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ چین اس کوشش میں مدد فراہم کرنے اور تعمیری کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔ چینی صدر نے دورۂ یوکرین جنگ کے دوران روسی اقدامات پر تنقید کرنے کے بجائے انھیں مکمل تعاون اور وسائل کی فراہمی یقینی بنانے پر زور دیا۔ جنگ کے ماحول میں یہ دورہ ایک اَخلاقی سپورٹ فراہم کرتا ہے۔

ان نکات کا جائزہ لینے سے درج ذیل پہلو سامنے آتے ہیں: مغربی اقوام کے اقدامات؛ پیدا شدہ مسائل اور مستقبل کی پیش بندی۔ چین نے محسوس کیا کہ جنگ کی وجہ سے یورپ کی حالت خاصی ناگفتہ بہ ہوچکی ہے۔ انھیں اور ان کے اتحادیوں کو مدد کی ضرورت ہوگی، جس کا چند ایک ممالک کی طرف سے عندیہ ظاہر ہوا تھا۔ مغربی اقوام کے اقدامات؛ خود مختاری کا خاتمہ، سرد جنگ کی ذہنیت، دشمنی کا خاتمہ، اور یک طرفہ پابندیوں کا خاتمہ۔ نکات میں تمام عالمی اور علاقائی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مثلاً خود مختاری کی بات کو لیں تو یورپ اور اس کے اتحادیوں نے گزشتہ صدی کی آخری دہائی میں جس بے دریغ طریقے سے چھوٹے چھوٹے ممالک کی خود مختاری کو تباہ و برباد کرکے ان کے وسائل کو جس بے باکی، ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی سے لوٹا ہے، ان تمام جرائم کی ذمہ داری بھی مغربی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ اس سارے عمل میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ سرد جنگ کی ذہنیت کا تعلق بھی یورپی جتھے کے ساتھ ہے۔ کیوں کہ دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب مغرب معاشی مسائل کے شکنجے میں جکڑا گیا تو انھوں نے دنیا میں جنگ کا ماحول پیدا کیا۔ چھوٹے چھوٹے ممالک کو باہم لڑوانے کی حکمتِ عملی اختیار کی گئی۔ ٹکرانے والے ممالک کو اسلحہ فراہم کیا گیا۔ مغربی طاقتوں کے اسلحہ ساز کارخانوں کو کاروبار ملنا شروع ہوگیا، جس سے معاشی بحران تھمنا شروع ہوگیا۔ عالمی سطح پر دشمنی کی ذہنیت کو پھیلانے والا بھی مغرب ہی تھا۔ کیوں کہ سوویت یونین کے تحلیل ہونے کے بعد نیٹو کو برقرار رکھنے کا کوئی جواز باقی نہیں تھا۔ جہاں تک اقتصادی پابندیوں کے اطلاق کی بات ہے، اس کی ذمہ داری بھی یورپی طاقتوں پر عائد ہوتی ہے۔ انھوں نے دنیا میں چودھراہٹ اور پتھر کے عہد کے احیا کی طرف لوٹنا شروع کردیا۔

مغرب کے پیدا شدہ مسائل؛ انسانی بحران، جنگی قیدیوں کا تحفظ۔ مستقبل کی پیش بندی؛ امن مذاکرات کا احیا، اناج کی ترسیل کا یقینی بنانا، جوہری پاور پلانٹس کی حفاظت، اسٹریٹیجک خطرات کو کم کرنا، عالمی اقتصادی نظام کا تحفظ، تنازعات کے بعد تعمیرِ نو۔

بادی النظر میں تمام نکات مغربی طاقتوں کے اقدامات سے متعلق ہیں، اس لیے وہی اس کے ذمہ دار ہیں، انھیں ہی اس پر عمل درآمد کرنا پڑے گا۔ آج دنیا میں طاقت کا توازن قائم ہونے جا رہا ہے۔ جس سے امن کی طرف پیش رفت ہوگی۔ دنیا میں قتل و غارت اور خوف و ہراس کا ماحول پیدا کیا گیا، جس کی وجہ سے نسلِ انسانی کو پناہ گاہیں ڈھونڈنے میں نقلِ مکانی کرنی پڑی۔ اس سے انسانی بحران پیدا ہوگیا۔ قوموں پر جنگیں مسلط کرنے سے جنگی قیدیوں کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ جنگ ختم ہوجانے سے جنگی قیدیوں کا مسئلہ پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اناج انسانی بقا کا ضامن ہے، اس کی ترسیل کو یقینی بنانا بھی اقوام کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ دوسری اقوام پر اقتصادی پابندیاں عائد کرکے انھیں غلام بنانے کی سازش ہے، جس کا تدارک ضروری ہے۔ موجودہ عالمی اقتصادی نظام کا قیام نہ صرف ضروری ہے، بلکہ اس میں بہتری اور صالحیت پیدا کرنا اس سے بھی زیادہ عصری تقاضا ہے، تاکہ معاشی ثمرات بلاامتیاز نسلِ انسانی تک پہنچ کر طبقاتیت کا خاتمہ ہوسکے۔

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

جھوٹی خبر اور افواہ کی بنیاد پر اقدام تباہ کن ہے

19 / مئی 2023ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''دینِ اسلام مسلمان جماعت کی تعلیم و تربیت، عقل و شعور اور دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ایک ایسا تربیتی نظام بیان کرتا ہے، جس پر عمل کر کے مسلمان جماعت دنیا اور آخرت میں کامیابی کے مراحل طے کر سکے۔ ایمان والی جماعت کے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟ معاشروں میں رہنے کا طریقۂ کار اور آداب کیا ہیں؟ انسانی معاشروں کی تشکیل کے لیے کن بنیادی اَخلاقیات کی پابندی کرنا ضروری ہے؟ قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حوالے سے بڑی جامع اور نپی تُلی ہدایات جاری کی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جب مکہ کی ظالمانہ طاقت کو ختم کر کے مدینہ منورہ میں ایک انسان دوست ریاست تشکیل دی، مدینے کے معاشرے، سماج، سیاست، معیشت اور سوسائٹی کی دیگر ذمہ داریوں کو منظم کرنا شروع کیا تو اُن تمام عادات اور اجتماعی اَخلاق، جو کسی بھی انسانی معاشرے کو ترقی اور کامیابی کی منازل طے کرواتے ہیں، رسول اللہؐ نے اُس پر ہدایات جاری کیں۔ ایسے موقع پر قرآن حکیم کی جو آیات نازل ہوئیں، انھوں نے بھی جامع ہدایات دیں۔ ان میں سے یہ ایک بڑی ہدایت اللہ نے ارشاد فرمائی: ''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو، کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل کو اپنے کیے پر پچھتانے لگو''۔ (49: الحجرات: 6، ترجمہ شیخ الہندؒ)

اگر کوئی فاسق و فاجر کسی واقعے اور ایونٹ کے بارے میں، کسی معاملے کے متعلق، کسی جماعت، پارٹی اور قوم کے سلسلے میں کوئی خبر تمھارے تک پہنچائے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ بغیر کسی تحقیق کے آمدہ خبر پر اقدام کرنا درست نہیں ہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ تم اس خبر کی بنیاد پر کسی قوم اور پارٹی پر حملہ آور ہو جاؤ، اور پھر اس کے بعد تم شرمندہ ہو کہ ہم نے ایک جھوٹی خبر پر ایکشن لیا، ایک جھوٹی بات پر ہم نے یہ اقدام کیا ہے اور ندامت کے آنسو بہاؤ، معذرتیں کرو کہ غلطی ہو گئی۔ اس لیے اقدام سے پہلے لازمی اور ضروری ہے کہ اس کی تحقیق و تفتیش کرو کہ وہ خبر اور بات صحیح اور درست ہے، یا کسی فاسق اور جھوٹے آدمی نے جھوٹ گھڑ کے تمھیں کسی دوسری قوم کے خلاف اُکسایا ہے۔

یہ بڑا اہم ادب ہے۔ انسانی معاشروں میں سوسائٹی کی ٹوٹ پھوٹ کے لیے یہ طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے کہ جماعتیں اور گروہ اپنا من پسند طریقۂ کار اختیار کر کے کسی دوسرے کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتی ہیں، جو بددیانتی پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ فرعون، نمرود، شداد، ہامان، جتنے بھی ظالموں کے واقعات قرآن حکیم نے بیان کیے ہیں، ان تمام میں ہمیشہ فرعونی حکومتوں خاص طور پر ان کی آلۂ کار قوتوں نے ہمیشہ اسی طرح کے اقدامات کیے ہیں''۔

سیاسی قوت ''اَحرار'' کو مسجد شہید گنج کی سازش سے کمزور کیا گیا

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''ہمیشہ فرعونی اور سامراجی نظاموں کا یہ طریقۂ کار رہا ہے کہ باقاعدہ پلاننگ کے ساتھ جھوٹ گھڑا جاتا ہے۔ اُسے پھیلایا جاتا ہے۔ اُس کو بنیاد بنا کر ایکشن لیا جاتا ہے۔ آزادی کی تحریکات کو دبایا جاتا ہے۔ رہنماؤں کی جدوجہد اور کوشش کو ناپاک عزائم کے ذریعے سے ناکام بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آپ دیکھیے کہ 1920ء کے بعد جب برعظیم ہندو پاک کے حریت پسندوں نے یہاں کی اس ظالمانہ برطانوی حکومت کے خلاف عدمِ تشدد کے اُصول پر اپنی تحریک منظم کی تو 15 سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد 1935ء میں حکومت مجبور ہوئی کہ وہ اس خطہ برعظیم پاک و ہند میں لوگوں سے ووٹ لے کر ان کی نمائندہ حکومتیں بنائی جائیں۔ پنجاب مسلمانوں کا اکثریتی صوبہ تھا اور یہ بات کنفرم تھی کہ اگر فیئر الیکشن ہوں گے تو پنجاب کی حکومت اکثریتی جماعت ''احرار'' بنائے گی۔

اب انگریزوں نے دیکھا کہ انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت الیکشن کا اعلان ہو گیا ہے اور اَحرار کے حکومت بنانے کے چانسز زیادہ ہیں، تو اسے ناکام بنانے کے لیے پلاننگ کی گئی، جس کا پورا نقشہ اور خاکہ شملہ کے سرکاری ایوانوں میں تیار کیا گیا، جس کے مطابق فوج میں شامل سکھوں کی طرف سے راتوں رات لاہور میں قائم مسجد عبداللہ خاں کو گرا کر سکھوں پر الزام لگایا گیا اور پورے لاہور میں اس وقت کے میڈیا کے ذریعے یہ پھیلا دیا گیا کہ سکھوں نے مسجد شہید کر دی ہے۔ اس کے نتیجے میں فسادات کروائے گئے۔

احرار کے رہنما چوں کہ قومی سیاست میں کام کر رہے تھے اور فرقہ وارانہ لڑائیوں میں نہیں پڑتے تھے تو ان کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ دیکھو جی! مسجد گر گئی اور کیسے مسلمان رہنما ہیں کہ مسجد گرانے والوں کے خلاف کوئی جدوجہد نہیں کر رہے؟ یہ بھی پلاننگ کا حصہ تھا کہ اگر تو وہ حصہ لیں تو سکھوں سے کہا جائے کہ بھئی! تم جس جماعت کو پُرامن سمجھ رہے تھے، وہ تو تمھارے دشمن ہیں اور اگر وہ حصہ نہ لیں تو مسلمانوں سے کہا جائے کہ دیکھو جی! یہ تمھارے مسلمانوں کے لیڈر ایسے ہیں، ہمارا تو فلاں فلاں لیڈر آیا ہے، گورنر ہاؤس میں آ کر اُس نے صلح صفائی کرائی ہے، مصالحتی بورڈ بنوایا ہے، تو اصل تو مسلمانوں کا لیڈر وہ ہوا، نہ کہ یہ اَحرار والے۔ اس طرح پنجاب کی سب سے بڑی جماعت اَحرار کو بدنام کر کے ناکام کر دیا گیا اور پوری پلاننگ کے ساتھ ہرایا گیا۔

اس طرح جھوٹی خبریں پھیلا کر، غلط پروپیگنڈا کر کے پورے کے پورے منظرنامے کو اپنے من پسند الیکشن کے نتائج حاصل کرنے کے لیے پنجاب میں 1936ء کے الیکشن میں دھاندلی کا طریقۂ کار اپنایا گیا۔ یہ اس خطے میں ہونے والے سب سے پہلے الیکشن کی روداد ہے۔ اس کے بعد سے آج تک کون سا الیکشن ہے جو فیئر ہوا ہو؟ من پسند نتائج چاہئیں ہوتے ہیں، وہ نکلیں تو الیکشن ہوتا ہے، ورنہ الیکشن نہیں ہوتا''۔

www.rahimia.org

گزشتہ سو سال سے ہماری سیاست کا انداز نہیں بدلا

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے سورت الحجرات کی مذکورہ آیت کی تشریح میں فرمایا: ''استقامت اور تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے''۔(تفسیر طبری) یعنی کوئی فاسق خبر دے تو اس کی اچھی طرح تحقیق اور تفتیش کرو۔ جلد بازی نہ کرو۔ ثابت قدمی سے کام لو۔ اشتعال انگیزی سے بچو، ٹھنڈے دل سے سوچو کہ اس خبر کے پیچھے ہے کون ہے؟ اصل مقصد سوسائٹی کی اجتماعیت برقرار رکھنا ہے۔ ہمیشہ سے جھوٹا پروپیگنڈا کرنے کے لیے پورے پلان بنائے جاتے ہیں۔ اس کو پھیلایا جاتا ہے۔ اس میں سب سے بڑا آلہ کار میڈیا ہوتا ہے۔ اور میڈیا پر پابندی لگائی جاتی ہے کہ جو اصل صحیح بات ہو، جو پیار محبت والی ہو، وہ نہیں کرنی۔ لڑائی والی بات کرنی ہے، جلتی پر تیل ڈالنا ہے۔ سلگتی ہوئی خبر، ''بریکنگ نیوز'' پھیلانی ہے۔ آپ بتلایئے کہ جو نوآبادیاتی دور میں انگریز سامراج نے نظام قائم کیا تھا، کیا وہ ختم ہوگیا؟ کیا وہی ایسے آج نہیں دُہرائے جا رہے کہ جھوٹے بت کھڑے کیے جاتے ہیں، ان کی بنیاد پر اپنی ہی قوم کے وسائل کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ آگ لگائی جاتی ہے۔ اپنے ہی بندے داخل کر کے انتشار پھیلایا جاتا ہے۔ ڈیوائیڈ اینڈ رول کی سیاست کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اپنی من پسند پارٹیوں کا تسلط کروایا جاتا ہے۔ وہ پارٹیاں جو کسی زمانے میں من پسند تھیں، ان کو اگر ختم کرنا ہو تو اس کے لیے اقدامات کیے جاتے ہیں۔ یہی تو سسٹم کی خرابی ہے۔

آج ہمیں سوچنا چاہیے کہ 1936ء کے الیکشن میں اس پنجاب کی حقیقی قیادت کو پیچھے دھکیل کر جن لوگوں نے خوشیاں منائی تھیں، آج انھیں کی ذیلی پارٹیاں آپس میں ایک دوسرے کے خلاف وہی کام کر رہی ہیں، جو اس پنجاب کی اس حقیقی پارٹی کے خلاف کیا تھا۔ یہ بھی سسٹم ہی کی پارٹیاں ہیں۔ یہ کون سی آزادی اور حریت کی پارٹیاں ہیں۔ یہ عبرت نہیں تو اَور کیا ہے؟ کم از کم آج پنجاب میں جو آگ بھڑک رہی ہے، اس کے لوگوں کو تو عقل سے کام لینا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلے سو سال سے اب تک ہماری سیاسی بے شعوری کا سفر ہی چل رہا ہے، انتشار پھیلایا جا رہا ہے، اجتماعیت کو توڑنے اور اپنے ہی ملکی وسائل کو تباہ و برباد کرنے کا کردار ادا کیا جا رہا ہے۔

یاد رکھیے! جب تک یہاں کا مسلمان انگریزوں کے زمانے کی دوسوسالہ نوآبادیاتی تاریخ کی حقیقت نہیں سمجھے گا، اور اس تاریخ کو صحیح تناظر میں نہیں دیکھے گا، اس کے مسئلے حل نہیں ہوں گے۔ یہاں کی جتنی بھی انقلابی پارٹیاں ہوں، آزادی کے نعرے لگانے والی ہوں، تبدیلی اور انصاف کی دعوے دار ہوں، وہ پہلے دوسوسالہ انگریز سامراج کے تسلط کی تاریخ کے ظالمانہ حقائق تسلیم کریں۔ جو اپنی ماضی کی غلطیوں کو تسلیم نہیں کرتے اور حقیقت کی اَساس پر آگے نہیں بڑھتے، وہ کس بات کے انقلاب کے دعوے دار ہیں، وہ کس آزادی اور تبدیلی کی بات کرتے ہیں؟''

تبدیلی کا حقیقی مفہوم اور اُس کی حکمتِ عملی

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ بنیاد کو سب سے پہلے ٹھیک کیا جائے، یہ نہیں کہ خستہ حال عمارت کے اوپر مزید نئی اور خوش نما عمارت بنانے کی کوشش کی جائے۔ آج جس سسٹم کی بنیاد جھوٹ، بددیانتی پر اور انگریز سامراج کے تسلط اور اُس کے مفادات کی اَساس پر ہے، اُس سے برأت کرنے کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ آج ہم اس دھرتی پر انگریز دور سے پہلے کے اسلامی سسٹم اور رَواداری کے نظام کی بنیاد پر اپنی بنیاد قائم کریں اور جائزہ لیں کہ اس وقت کے اولیاء اللہ نے کیا کام کیا تھا؟ حضرت داتا گنج بخشؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ وغیرہ وغیرہ حریت پسندوں کی کیا تعلیمات تھیں؟ جو تاریخ کے اندر اس خطے کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ آج ہم انگریز کے بنائے ہوئے دوسو سالہ نوآبادیاتی دور کی بنیاد کو اُکھیڑ کر نہ پھینکیں اور اپنے ڈانڈے تاریخ کے اس سے پہلے کے دور کی رواداری، برداشت، انسان دوستی، آزادی اور حریت کی اَساس پر جب تک اپنا رشتہ وہاں تک نہ جوڑیں، پھر کہیں گے جی کہ تبدیلی آجائے، آزادی حاصل ہو جائے، معاشرہ بن جائے، ایسا نہیں ہوسکتا، کیوں کہ بنیاد ہی غلط ہے۔

بڑی بنیادی سی بات ہے کہ جب تک انگریز کے اُس دوسوسالہ دور کی غلامی کے اَثرات اور اُس سامراج سے برأت کا اعلان نہیں کرتے، اور جو آزادی اور حریت کا اسلام کا ہزار سالہ دور اس برعظیم پر حکمرانی کا ہے، اور خاص طور پر ریاستِ مدینہ میں جو رسول اللہ ﷺ انسانیت کے لیے رہنمائی اور ہدایت دے رہے ہیں، ان کو سامنے نہیں رکھتے، نہ آزادی ہے، نہ انقلاب ہے، نہ انصاف ہے، نہ تبدیلی ہے، نہ اسلام۔ قرآن کے خلاف کوئی بات کر کے اسلام کیسے آجاتا ہے؟ حضوؐر کے فرمان کے خلاف بات کر کے اسلام کیسے آجاتا ہے؟

مسلمان سمجھ دار ہوتا ہے، تبیُّن، تحقُّق اور تثبُّت کے ساتھ حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے بعد فیصلہ کرتا ہے کہ اس خبر کے پیچھے یہ ڈوری کس نے ہلائی ہے؟ کہاں سے یہ بات آئی ہے؟ کیوں یہ بات یہاں پیدا ہوئی ہے؟ اور جو اس کو نہیں کرتا اور اشتعال انگیزی کا مظاہرہ کرتا ہے، یہ اللہ کی بات نہیں ہے، ضرور کسی شیطان کی ہے، اور شیطان دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک شیاطین الانس اور دوسرے شیاطین الجن۔

اس لیے آج سیاسی شعور کی ضرورت ہے۔ ظالمانہ نظام کے ہاتھوں استعمال ہونے اور اس سسٹم کے آلہ کار ہونے سے بچنا بہت ضروری ہے۔ قرآن نے کہا ہے کہ اچھی طرح تحقیق و تفتیش کرو، کھوج لگاؤ۔ تحقیقی ذہن ہونا چاہیے۔ جستجو کا ذہن ہونا چاہیے۔ شعور کا ذہن ہونا چاہیے۔ ٹھنڈے دل و دماغ سے ثابت قدمی کے ساتھ غور و فکر کرو۔ جلد بازی سے بچو۔ یہ نہیں کہ ایک دم خبر آئی اور بھڑک اُٹھے۔ خبر آئی کہ ہنگامہ ہوا، ڈنڈے لے کر نکل آؤ، توڑ پھوڑ کرو، آگ لگاؤ، کیا اس سے انقلاب آتا ہے؟ عقل سے کام لینا چاہیے''۔

www.rahimia.org

حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ

ولی اللّٰہی تحریک میں ایک اور اہم نام حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ کا ہے۔ آپؒ ۱۲۲۸ھ / 1813ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد گرامی کا نام شیخ فتح علی تھا۔ وہ اپنے علاقے کی معروف شخصیت تھے۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی میں حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے نامور شاگرد صدر الصدور مفتی صدر الدین آزُردہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں تعلیمی حوالے سے مدرسہ غازی الدین حیدر – جسے 1825ء میں دہلی کالج کا درجہ دیا گیا – بہت زیادہ معروف تھا۔ مولانا موصوفؒ دہلی کالج میں تعلیم کے حصول کے لیے داخل ہوئے اور مولانا مملوک علی دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد بریلی کالج میں استاذ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ تعلیمی قابلیت اور اعلیٰ انتظامی صلاحیت کی بنا پر ڈپٹی انسپکٹر مدارس و تعلیم کے طور پر تقرر رہوا۔

محکمہ تعلیم سے فراغت کے بعد دیوبند میں اعزازی مجسٹریٹ کے طور پر فائز ہوئے۔ آپؒ کو اُردو، فارسی اور خاص طور پر عربی زبان و ادب پر زبردست دسترس حاصل تھی۔ موصوفؒ کی اس صلاحیت کی بنیاد پر عربی ادب کا خاصا حصہ سہل اور آسان ہوگیا۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی حوالے سے یہ مسئلہ بھی درپیش تھا کہ کس طرح سے دینِ اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے اس سے متعلقہ کتب کو طلبا کے لیے آسان انداز میں پیش کیا جائے۔ اس مسئلے کے حل میں مولانا موصوفؒ نے اہم کردار ادا کیا۔

عربی زبان وادب میں آپؒ کے مقام کا تعارف کراتے ہوئے ''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' میں لکھا گیا ہے: ''عربی زبان وادب پر بڑی دسترس تھی، (بیش تر عربی کتابیں ترجمہ کرکے) اُردو میں تحریر فرمائیں۔ ...عربی کے غریب اور مشکل الفاظ اور محاورات کا ایسا سلیس و بامحاورہ ترجمہ اور ایسی دل نشیں تشریح کی ہے، جس کی بہ دولت عربی ادبیات کی یہ سنگلاخ کتابیں طلبا کے لیے نہایت سہل اور آسان ہوگئی ہیں۔ معانی و بیان میں تذکرۃ البلاغت اور ریاضی میں تسہیل الحساب ان کی یادگار ہیں''۔ (ج:1، ص:421)

میاں سیّد اصغر حسینؒ مولانا ممدوح کی علمی قابلیت اور ذہانت پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ''حیاتِ شیخ الہند'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''اور فنِ معانی و بیان کو نہایت خوبی سے اُردو زبان میں دکھلا کر کمال کیا ہے؛ بلکہ زبانِ اُردو میں سب سے پہلے مولانا ممدوح نے اس فن کو جاری کرکے دکھلایا ہے۔ ایسے باکمال حضرات اب کہاں پیدا ہوتے ہیں''۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جب ایک تعلیمی و تربیتی ادارے کے قیام کا فیصلہ ہوا تو اس ادارے کے بانیان میں دیگر اکابرین کے ساتھ ساتھ مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ اور ان کے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی دیوبندیؒ بھی شامل تھے۔ ان دونوں بھائیوں کا شمار دارالعلوم دیوبند کے انتظام وانصرام اور اس کی ترقی میں مولانا سیّد عابد حسینؒ کے مشیروں کے طور پر ہوتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کو اپنے ابتدائی دنوں میں بہت مشکل حالات کا سامنا تھا۔ خاص طور پر مالی مسائل بہت زیادہ تھے۔ ان حالات میں آپؒ نے نہ صرف یہ کہ علمی و تربیتی خدمات پیش کیں، بلکہ مالی حوالے سے بھی اس ولی اللّٰہی مرکز کے ساتھ تعاون فرمایا۔

مولانا موصوفؒ کے صاحب زادگان میں مولانا محمود حسن (حضرت شیخ الہندؒ)، مولانا حامد حسنؒ، حکیم محمد حسنؒ اور حافظ محمد محسنؒ تھے۔ یوں تو تمام بیٹے علم و دانش میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں، لیکن آپؒ کے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے فکر و عمل میں بے مثال مقام حاصل کیا۔ مولانا موصوفؒ کے علم وادب کے ساتھ شغف کا ہی یہ اثر تھا کہ وہ حضرت شیخ الہندؒ کی تربیت کا بھی حصہ بنا۔ حضرت شیخ الہندؒ کا تعلیم و تربیت کے حوالے سے کردار اور علم وادب پر دسترس میں بنیادی کردار حضرتؒ کے والد گرامی مولانا موصوفؒ کا ہی تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت شیخ الہندؒ کا عملی میدان میں حریت و آزادی کے افکار و نظریات کا نمایاں ہونا بھی مولانا موصوفؒ کی تربیت کا ہی خاصہ ہے۔

مولانا موصوفؒ نے ترکی کے سلطان عبدالحمید خان کے لیے جو قصائد تحریر فرمائے، ان کو پڑھنے سے آپؒ کی علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ حالات پر گہری نظر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے تحریکِ ریشمی رومال کا جو خاکہ ترتیب دیا تھا، اس کا ابتدائی نقشہ بھی ان قصائد میں ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقشہ و منصوبہ انھیں اکابرؒ سے حضرت شیخ الہندؒ تک منتقل ہوا، جسے انھوں نے عملی جامہ پہنانے کی اپنی پوری سعی کی۔ اس قصیدے میں آپؒ انگریزوں کو خطاب کرتے ہوئے سلطان ترکی سے امداد و تعاون اور بیرونی یلغار کا پُر شوکت انداز اختیار کرتے ہیں۔ (ماہنامہ دارالعلوم) مولانا ممدوح نے دارالعلوم دیوبند میں آنے کے بعد اپنی پوری زندگی طلبا کی رہنمائی میں بسر فرمائی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی تمام مساعی کا دارومدار بھی انھیں کی تربیت اور تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ۱۳۲۲ھ / 1904ء میں آپؒ کا دیوبند میں وصال ہوا۔ آپؒ کی تدفین قبرستانِ قاسمی دیوبند میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مزار کی مشرق سمت میں کی گئی۔

بقیہ: ہیجانی جذبات کے بجائے شعوری جدوجہد کی ضرورت

آج کے اس دور میں استعمار کا ایک کارگر ہتھیار ملکوں میں موجود مسائل سے پیدا شدہ اضطراب کو خانہ جنگی میں تبدیل کرنا ہے، جن میں وہ اپنے جنگی وسائل استعمال کیے بغیر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتا ہے۔ ماضی قریب کی وہ خانہ جنگیاں جن میں کئی ملکوں کے قومی عسکری اداروں اور نوجوانوں کو آمنے سامنے لا کھڑا کیا گیا، یا قومی دفاع کے ذمہ دار اِداروں کی قیادت میں اختلافات پیدا کرکے ملکوں کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلا گیا، یہ وہ خطرناک حربہ ہے جس کے تباہ کن نتائج آج ان ملکوں میں مشاہدہ کیے جاسکتے ہیں کہ جہاں ان ملکوں کے باسی اپنے ہی زخموں کو کُریدنے اور ان پر نمک چھڑکنے کی سی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ اس خطے کی حقیقی قومی تحریکاتِ آزادی نے جو سبق دنیا بھر کی نئی نسلوں کے لیے محفوظ رکھا ہے، وہ یہی ہے کہ سب سے پہلے نظامِ عدل و احسان کے فہم و بصیرت کو عملی تقاضوں کے شعور سے ہم آہنگ کرنے کی فکری و علمی تربیت کا نظام استوار کیا جائے اور اس کے لیے پُر امن قومی، جمہوری اور سیاسی و سماجی جدوجہد کی راہ اپنانا از بس ضروری ہے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

ازحضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

احکام و مسائل قربانی و عیدالاضحیٰ

1۔ ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب' یعنی شریعت کی مقرر کردہ مال کی مقدار کا مالک ہو۔

2۔ صاحبِ نصاب وہ آدمی ہے، جس کے پاس شرعی نصاب: (الف) ساڑھے سات تولہ خالص سونا، یا اُس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد مال ہو۔ (ب) یا ساڑھے باون تولہ (52.5) خالص چاندی کا مالک ہو۔

3۔ اس مال کی ملکیت پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ۱۰ ذی الحج کی صبح صادق سے لے کر ۱۲ ذی الحج کے غروبِ آفتاب تک کے تین دنوں میں اتنے مال کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

4۔ گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

5۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو، تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ نفل ہوگی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

6۔ فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

7۔ ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہو، اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

8۔ جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہوگیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، خواہ وہ مال دار ہو یا نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق مسائل

1۔ شرعی طور پر درج ذیل عمروں کے صرف یہی جانور قربانی کے لیے مقرر ہیں:

نمبر شمار	قربانی کے جانور	مقررہ عمر
۱	اونٹ۔ اونٹنی۔	کم از کم پانچ سال
۲	بیل۔ گائے۔	کم از کم دو سال
۳	بھینسا۔ بھینس۔	کم از کم دو سال
۴	بکرا۔ بکری۔	کم از کم ایک سال
۵	دُنبہ۔ بھیڑ۔	کم از کم ایک سال

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ اگر بھیڑ، یا دُنبہ چھ ماہ سے بڑا اور سال بھر سے کم کا ہو، لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہوسکتی ہے۔

2۔ گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصے دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو تو کسی حصے دار کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

3۔ چھوٹے جانور؛ بھیڑ، بکری، وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہوسکتے، بلکہ ایک شخص کی جانب سے صرف ایک ہی جانور قربان ہوسکتا ہے۔

4۔ اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ آدمی یا چھے آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں، تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

5۔ اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

6۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات حصے بناتے وقت اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

7۔ قربانی کا جانور صحیح اور بغیر کسی جسمانی عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، جن میں درج ذیل عیب یا خرابیاں ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہو۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا، جس کی ہڈیوں میں گودا' نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں، لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو (البتہ اُس جانور جس کے کان تو ہیں، لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں۔ بھیڑ، بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۸۔ جانور خنثیٰ ہو، یعنی اُس کے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو۔

قربانی کرنے کے ایام اور اوقات

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کے شام (غروبِ آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھ لیں، تب قربانی کرنی چاہیے۔

3۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

ذبح اور گوشت سے متعلق مسائل

1۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

2۔ قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے اور فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

3۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

4۔ نذر کی وَجہ سے واجب ہونے والی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

5۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/ چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کرنے اور کھال اُتارنے کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

6۔ قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسّی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے، البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنا لے تو جائز ہے۔

تکبیرِ تشریق کے احکام

1۔ عرفہ یعنی نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک پانچ دن ''ایامِ تشریق'' کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے: ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

2۔ ۹/ ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں۔

3۔ نمار کے فوراً بعد تکبیرات کہنی چاہئیں۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے، تب کہیں۔

4۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔

5۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے۔ جس مسلمان پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے، عیدالاضحیٰ کے دن اس پر جماعت کے ساتھ دو رکعت نمازِ عیدالاضحیٰ بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

2۔ عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل اعمال مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔

۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے، جو پاس موجود ہوں، پہننا۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اوّل وقت پڑھنا۔

۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرِ تشریق، یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد'' کہنا۔

۱۲۔ عیدگاہ کی طرف پیدل جانا۔ ۱۳۔ دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

3۔ جہاں نمازِ عید پڑھی جائے، وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید سے پہلے بھی اور نمازِ عید کے بعد بھی۔ ہاں نمازِ عید کے بعد گھر آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

4۔ عورتیں اور جو لوگ کسی وَجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں، ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

5۔ ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں پر جائز ہے۔

نمازِ عیدالاضحیٰ کا طریقۂ کار اور اس سے متعلق مسائل

1۔ سب سے پہلے نیت کرے کہ: ''دو رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔'' نماز کی ادائیگی کا طریقۂ کار یہ ہے:

پہلی رکعت: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام اور مقتدی سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللّٰہ کہہ لے۔ اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح سورتِ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی جائے اور رکوع وسجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت: امام پہلے قرأت کرے گا، اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین تکبیراتِ زائدہ ادا کی جائیں۔ ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجدوں کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا، چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

3۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا، پھر کسی وَجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ ہی اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اَور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر اُن کے لیے جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔